جرح وتعدیل کے قواعد

جرح اور تعدیل کی تعریف، مشروعیت اور اہمیت

جرح کی تعریف

لغت عربی میں جرح کے معنٰی ہے گزند پہنچانا، عیب ڈھونڈنا، نقصان پہنچانا، اور طعنے دینا مراد ہوتا ہے۔ اور اس کا زیادہ استعمال معنٰی اور عیب و نقصان کے لیے ہوتا ہے۔

اصطلاح میں:

اصطلاح میں جرح کسی راوی کی ایسی توصیف ہے جس کی وجہ سے اس کا روایت قبول نہ ہو۔ یا یہ کہ رواۃ حدیث میں ایسی تنقید کرنا جو ان کے عدالت یا ضبط کو سلب کردے۔ یا دونوں کو ایک ساتھ سلب کردے۔ جیسے: سب سے زیادہ جھوٹا، جھوٹا، متروک، ضعیف، اور غیرہ۔ تو اس لحاظ سے تجریح یہ ہے کہ رواۃ حدیث کے ان عیبوں کو بیان کرنا جن کی وجہ سے ان کا روایت ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ عیب دو قسم کے ہوتے ہیں:

پانچ عدالت سے متعلق:

تہمت بالکذب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا

علانیہ فسق یا فسق اس درجہ ہو لیکن حد کفر تک نہ پہنچے

جہالت

بدعت

پانچ ضبط سے متعلق:

حافظہ میں خرابی

اغلاط کی کثرت

غفلت

وھم ہو جانا

اپنے سے ثقات کی مخالفت

تعدیل کی تعریف

لغت عربی میں عدل کا مطلب ہے فیصلہ کو قائم کرنا، شخص کی پاکیزگی، ترازو کو برابر کرنا۔ لہذا اصطلاح میں تعدیل کسی راوی کی ایسی توصیف ہے جس کی وجہ سے اس کا روایت قبول ہو جائے۔ جیسے: سب سے زیادہ ثقہ، ثقہ ثقۃ، ثقۃ ثبت، ثقۃ، صدوق، اور غیرہ۔

تو اس لحاظ سے توثیق یہ ہے کہ راوی میں قبولیت کے اوصاف کا پایا جانا۔ وہ اوصاف یہ ہیں کہ وہ مسلمان، بالغ، عاقل، فسق اور اخلاقی خرابیوں سے پاک ہو، اور اسے حافظہ کی کمی، غلطیاں کرنے، غفلت، وہم، یا ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرنے کا الزام نہ ہو۔

جرح وتعدیل کی مشروعیت

جرح کی اصل یہ ہے کہ یہ شرعاً غیبت ہے، لہذا اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے"۔ اور اس کے کرنے والے کو عذاب الیم کی وعید دی ہے۔ "کیا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی مردار گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تو تم اسے نفرت کرتے ہو۔ لہذا اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (الحجرات: 12)

صحیح حدیث میں امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟" لوگوں نے کہا: "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے بھائی کا اس بات کا ذکر کرنا جو وہ ناپسند کرتا ہے۔" پوچھا گیا: "اگر میرے بھائی میں جو میں کہتا ہوں وہ موجود ہو تو؟" آپ نے فرمایا: "اگر اس میں جو تم کہتے ہو وہ موجود ہو تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر اس میں جو تم کہتے ہو وہ موجود نہ ہو تو تم نے اسے بہتان لگایا، اور بہتان جھوٹ اور افتراء ہے۔"

اسی طرح تعدیل بھی ہے، کیونکہ اسلام میں اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے لیے یا دوسروں کے لیے تزکیہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ جو انسان کا حقیقتاً علم رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان تو اپنے بھائی سے صرف اس بات کا علم رکھ سکتا ہے جو اسے ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پس اپنے آپ کو نہ بڑھاؤ، یقیناً اللہ بہت جاننے والا ہے۔" (النجم: 32) یہ تو اصل ہے، لیکن چونکہ دنیاوی حقوق کی حفاظت، جیسے خون، مال اور آبرو، شہادتوں کی جرح وتعدیل پر موقوف ہے، اس لیے اسلام نے اسے دنیاوی حقوق کی حفاظت کے لیے واجب کیا ہے۔ اور اگر اسلام نے دنیاوی حقوق کی حفاظت کے لیے جرح وتعدیل کو جائز کیا ہے، تو دین اور شریعت کی حفاظت کے لیے اس کی وجوب اور الزامی ہونا اور بھی زیادہ ہے، اس لیے کہ اس کے ترک کرنے سے بڑے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے جرح کا مقصد راویوں کی ذات پر طعن نہیں ہے، بلکہ دین کے مصلحت کے لیے ہے، جس کی سلامتی پر دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے۔ اور یہ اسلام کے اس نصیحت میں سے ہے جسے اس نے واجب کیا ہے۔ تمیم داری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین نصیحت ہے۔" ہم نے عرض کیا: "کس کے لیے؟" آپ نے فرمایا: "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے،

مسلمانوں کے اماموں کے لیے اور ان کی عام عوام کے لیے۔" اور دین میں سے کوئی نصیحت دین و دنیا کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت کے محفوظ کرنے سے زیادہ مفید نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تشریح کرتا ہے۔ اور یہ سب جرح و تعدیل کے ذریعے راویوں کی حق کی بیان کرنے پر موقوف ہے۔ اس لیے شریعت کی سلامتی دوسری تشریعی منبع، یعنی سنت المطہرہ کی سلامتی پر موقوف ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر کا کھوج کرنا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تصدیق کر لو تاکہ تم کسی قوم کو بے خبر ہو کر نہ مارو اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔" (حجرات: 6) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر کی تصدیق کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم فاسق کی روایت پر اعتماد نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ فاسق ہے۔ اس لیے یہ آیت راوی کی قبولیت کے لیے شرط مقرر کرتی ہے کہ وہ دین میں عادل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور اپنے درمیان عادل لوگوں کو گواہ بناؤ۔" (طلاق: 2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عادل اور مجروح راویوں کی تعیین کی اور مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ لوگوں کے بارے میں نصیحت کے طور پر بات کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں عبداللہ کو ایک صالح آدمی سمجھتا ہوں۔" (مسلم) اور فرمایا: "عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر وہ رات کی نماز پڑھتا۔" اور مراد عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجروح راویوں کی بھی تعیین کی، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ فساد اور ریب والوں کی غیبت جائز ہے۔ انہوں نے اپنی صحیح میں باب باندھا: "باب ما یجوز من اغتیاب أهل الفساد والريب"۔ امام نووی نے فرمایا: "جان لو کہ غیبت جائز ہے کسی صحیح شرعی غرض کے لیے جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ چھ وجوہات ہیں: لوگوں کو برائی سے بچانا اور اس کی نصیحت کرنا، مجروح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا، یہ تمام وجوہات اجماعاً جائز ہیں بلکہ ضرورت کی بنا پر واجب ہیں۔"

اس لیے علماء نے شرعاً حرام غیبت سے جرح الرواۃ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے تاکہ شریعت کی حفاظت اور اس کی سلامتی کی جا سکے۔ ابو تراب نخشبی زاھد نے امام احمد بن حنبل سے جب غیبت کے بارے میں سنا تو کہا: "یا شیخ! علماء کی غیبت نہ کریں۔" امام احمد نے کہا: "وہ نصیحت ہے، یہ غیبت نہیں ہے۔" اسماعیل بن صالح بن علیۃ نے فرمایا: "الجرح امانة وليس غيبة۔" (جرح امانت ہے، یہ غیبت نہیں ہے۔)

عاصم الاحول نے کہا: "میں قتادۃ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے عمرو بن عبید کا ذکر کیا اور ان پر حملہ (انکے بارے میں کچھ کہنے لگے) کیا۔ میں نے کہا: میں نہیں دیکھتا کہ علماء آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کریں۔ انہوں نے کہا: اے احول! کیا تم نہیں جانتے کہ اگر کوئی شخص بدعت میں مبتلا ہوتا ہے یا اوروں کو مبتدع بناتا ہے تو اسے یاد دلانے کے لیے ذکر کرنا چاہیے تاکہ وہ اس فعل بد سے رک جائے۔"

اور عبدالرحمن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے: "چلو ہم دین میں غیبت کریں!" امام احمد بن حنبل نے ایک شخص کو جھوٹا کہا تو ایک شخص نے ان سے کہا: "اے ابو عبداللہ! آپ جھوٹ بولنے والے کو کیوں نہیں روکتے؟" امام احمد نے کہا: "چپ رہو! اگر تم یہ نہ بتاؤ کہ حق کیسے باطل سے پہچانا جائے تو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے یا سچ؟"

اسی بنیاد پر، محدثین نے جرح و تعدیل کی اجازت دی ہے، لیکن اس کی مقدار ضرورت کے مطابق ہونی چاہیے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جرح و تعدیل کا مقصد راویوں کی حالت بیان کرنا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس کی روایت قابل حجت ہے اور کس کی نہیں۔ اس لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض راویوں کی جرح و تعدیل کی، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتے ہوئے جرح و تعدیل کی تاکہ دین کی حفاظت کی جا سکے۔ لیکن ان کی جرح و تعدیل کی باتیں کم ہیں، کیونکہ صحابہ کرام سب ہی خدا کی طرف سے عادل قرار دیے گئے تھے۔ ان کے زمانے میں جرح صرف نسیان، غفلت، یا غلطی کی صورت میں ہوتی تھی، اور یہ بھی ان میں کم ہوتی تھی کیونکہ وہ روایت کرنے میں بہت محتاط تھے۔ صحابہ کرام میں سے جنہوں نے راویوں کی حالت بیان کی ان میں سے کچھ یہ ہیں: عبداللہ بن عباس (متوفی 68 ہجری) انس بن مالک (متوفی 93 ہجری) عائشہ (متوفی 58 ہجری)

تابعین کے دور میں کچھ راویوں میں اوہام اور غلطیاں پائی گئیں۔ ان میں سے کچھ مذاہب خارجہ کے پیروکار بھی تھے۔ لیکن اس دور میں کسی نے جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا۔ اس لیے، علماء نے ایک ایک کر کے راویوں کی حالت بیان کی۔ تابعین کے دور میں جرح و تعدیل کرنے والے علماء میں سے کچھ یہ ہیں: عامر شعبی (متوفی 109 ہجری) سعید بن المسیب (متوفی 100 ہجری) محمد بن سیرین (متوفی 110 ہجری)

تابعین کے اوسط دور (دوسری صدی ہجری کے اوائل) میں کچھ راویوں میں ضعف پایا گیا۔ ان میں سے کچھ موقوف حدیث کو مرفوع، مرفوع حدیث کو موقوف، اور مرسل حدیث کو متصل روایت کرتے تھے۔ کچھ راویوں میں غلطیاں بھی زیادہ تھیں۔ ان میں سے ایک ابوہارون بن جوین العبدی تھے۔

تابعین کے صغار دور (دوسری صدی ہجری کے وسط) میں سیاسی فرقوں نے پھیلاؤ اختیار کیا، تعصب بڑھا، اور جھوٹ بولنے کا رواج شروع ہوا۔ اس لیے علماء کو راویوں کی حالت بیان کرنے اور جرح و تعدیل کے دائرہ کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس دور میں کچھ راوی جان بوجھ کر جھوٹ بولتے تھے۔ اس دور میں جرح و تعدیل کرنے والے علماء میں سے ایک امام شعبہ بن الحجاج (متوفی 160 ہجری) تھے۔ وہ محدثین کے امیر اور عراق میں راویوں کی تلاش کرنے والے پہلے شخص تھے۔ انہوں نے سنت کی حفاظت کے لیے جھوٹے راویوں سے لڑائی کی۔

امام مالک رحمہ اللہ (متوفی 179 ہجری) اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی 181 ہجری) اور امام سفیان بن عینہ رحمہ اللہ (متوفی 198 ہجری) اور دیگر علماء نے بھی جرح و تعدیل کی۔

ان کے بعد امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی 198 ہجری) آئے، جو اس موضوع پر اپنی بات کو جمع کرنے والے پہلے شخص تھے۔ امام عبدالرحمن بن مھدی رحمہ اللہ (متوفی 198 ہجری) نے بھی جرح و تعدیل کی۔ ان کے بعد امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی 233 ہجری) اور امام علی بن بسر المدینی رحمہ اللہ (متوفی 234 ہجری) نے اپنی کتاب العلل میں جرح و تعدیل کی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی 241ہجری) نے بھی جرح وتعدیل کی۔ان کے شاگردوں نے بھی جرح وتعدیل کی، جیسے ابو زرعۃ، ابو حاتم، بخاری، اور مسلم۔ان کے شاگردوں نے بھی جرح وتعدیل کی، جیسے نسائی، ترمذی، اور اسی طرح آخر تک۔اس دور میں علوم کو لکھ دیا گیا تھا اور علمی اصطلاحات وضع کی گئی تھیں۔اس لیے، علم حدیث کے علوم کو بھی وضع کیا گیا۔لیکن کتاب الرجال وحدہ ہی کو آخری صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا تھا، اور وہ بھی بہت کم تھی۔جب تیسری صدی ہجری اور اس کے بعد آئی تو، علماء نے تمام اقسام کی کتابیں لکھیں۔یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے تاریخ الرجال میں لکھا۔ محمد بن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات میں لکھا۔احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے العلل ومعرفۃ الرجال میں لکھا۔

بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تین تاریخیں: الکبیر، الاوسط، اور الصغیر لکھی۔ان کی کتاب الکبیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر ان کے شیوخ کے طبقات تک کی تاریخ شامل ہے۔اس لیے، وہ اس باب میں سب سے آگے ہیں۔کیونکہ وہ اس وقت علم رجال حدیث میں سب سے زیادہ رجال والی کتاب کے مصنف ہیں۔اس لیے ابو احمد الحاکم رحمہ اللہ نے کہا: "محمد بن اسماعیل کی تاریخ کی کتاب ایسی کتاب ہے جس سے پہلے کسی نے نہیں لکھا۔اور جو شخص اس کے بعد تاریخ، ناموں، یا کنیتوں میں سے کچھ بھی لکھے گا، وہ اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔"

امام مسلم رحمہ اللہ نے الکنی والطبقات میں لکھا۔ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل میں لکھا۔ابو حاتم بن حبان رحمہ اللہ نے الثقات والمجروحین میں لکھا۔العجلی رحمہ اللہ اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے الثقات میں لکھا۔نسائی رحمہ اللہ اور دار قطنی رحمہ اللہ نے اور ان سے پہلے بخاری رحمہ اللہ نے الضعفاء میں لکھا۔

ابو احمد العسکری رحمہ اللہ، ابن قانع رحمہ اللہ، ابو نعیم رحمہ اللہ، ابن عبد البر رحمہ اللہ، ابن الاثیر رحمہ اللہ، اور ابن حجر رحمہ اللہ نے الصحابۃ میں لکھا۔ابو حاتم رحمہ اللہ اور ابن مندہ رحمہ اللہ نے طبقات التابعین میں لکھا۔ذھبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ نے طبقات الحفاظ میں لکھا۔المزی رحمہ اللہ اور ذھبی رحمہ اللہ اور خزرجي رحمہ اللہ نے کتب ستہ میں لکھا۔عبد الغنی بن سیعد نے مشتبۃ الاسماء میں، دار قطنی نے المئتلف والمختلف میں، خطیبؒ، ذہبیؒ اور ابن حجر نے المتشابہ میں اسی طرح علوم الرجال کی تدوین ہوئی۔

احادیث کے راویوں کے قبولیت کے شروط

تمہید: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک راویوں کے ذریعے پہنچتی ہیں۔وہ احادیث کی صحت یا عدم صحت کا پتہ لگانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔اس لیے، علمائے حدیث نے راویوں کو بہت اہمیت دی اور ان کے روایات کو قبول کرنے کے لیے کچھ دقیق اور سخت شروط مقرر کیں، جو ان کی دور اندیشی، سوچ سمجھ اور طریقہ کار کی وضاحت کرتی ہیں۔یہ شروط نہ صرف احادیث کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہیں، بلکہ دیگر اقوام کی تاریخ اور روایات کی صحت کا تعین کرنے کے لیے بھی مفید ہیں۔

آج کی دنیا میں، جہاں لوگ اپنے علم کو مستند بنانے کے لیے مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتے ہیں، یہ شروط ہمارے لیے بھی اہم ہیں۔ تاہم، افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ ان شروط کو نظر انداز کرتے ہیں اور ہر طرح کی خبروں اور روایات کو مان لیتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے آئے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان شروط کی اہمیت اور ان کی ضرورت کا علم نہیں ہے۔

علمائے حدیث کے نزدیک احادیث کے راویوں کے قبولیت کے لیے دو بنیادی شروط ہیں:

عدالۃ (عدالت): یعنی راوی مسلمان، بالغ، عاقل، فسق وفجور سے پاک اور اخلاقی طور پر اچھا ہو۔

الضبط (ضبط): یعنی راوی حافظہ میں مضبوط ہو، غلطیاں نہ کرتا ہو اور احادیث کی اصل روایت کو صحیح طور پر بیان کرے۔

عدالت کی ثبوت

عدالت کی ثبوت کی دو صورتیں ہیں:

التنصیص (نص): یعنی کوئی عالم راوی کی عدالت پر صراحت کرے۔

الشہرۃ (شہرت): یعنی راوی کی عدالت کی شہرت ہو۔ اس میں پھر کسی سے کسی سند کی ضرورت نہ پڑے جیسے ائمہ مشہورین ائمہ اربعہ سفیانینؒ، اوزاعیؒ وغیرہ۔

ابن عبد البرؒ کی رائے

ابن عبد البرؒ کا خیال تھا کہ کسی راوی کی عدالت کا ثبوت نہ ہونے تک اس کی احادیث کو قبول کیا جانا چاہیے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ "یہ علم ان لوگوں کے ذریعے محفوظ رہے گا جو عادل ہوں گے اور وہ ان سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل کرنے والوں کی انتحال کو دور کریں گے۔" ابن المواقف نے متاخرین میں ابن عبد البر کی موافقت کی ہے لیکن ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر کی یہ بات درست نہیں بلکہ علماء نے اسے قبول نہیں کیا۔

ان کی اس رائے پر جمہور علماء نے رد کیا ہے۔ ان کی دلائل یہ ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ ابن عبد البرؒ کی دلیل میں آنے والی حدیث ضعیف ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے، یعنی اسے کسی ثقہ راوی نے اپنے استاد سے نہیں سنا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ ہر حامل علم عادل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر حامل علم کی روایت صحیح ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ کسی راوی کی عدالت کا ثبوت نہ ہونے تک اس کی احادیث کو قبول کیا جائے۔

2-اگرچہ یہ حدیث علیؓ،ابن عمرؓ،ابن عمروؓ،ابوہریرہؓ،ابوامامہؓ،اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، لیکن یہ سب ضعیف ہیں، مذکورہ بالا نقل شدہ روایت جسے ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

3۔البقعی نے کہا: اگر حدیث خبر ہوتی تو جرح کو ہر گز سنا ہی نہ جاتا،اور حقیقت اس کے بر عکس ہے، پھر ابن بدر البر کا قول (جب تک کہ وہ اپنے جرح کا دعویٰ نہ کرے) اس کی دلیل کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ابن عبدالبر کی رائے درست ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کسی بھی راوی کی جرح نہیں سنی جائے گی۔ لیکن یہ بھی درست نہیں ہے۔اس لیے ابن عبدالبر کی رائے قابل قبول نہیں ہے۔

ضبط کی تعریف:

ضبط کا لغوی معنی ہے "کسی چیز کو پکڑنا اور اسے اپنے پاس رکھنا۔" حدیث کی اصطلاح میں ضبط کا مطلب ہے کہ راوی اپنی روایت کو صحیح طور پر بیان کرنے کے قابل ہو۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں:

ضبط صدر: یہ ضبط اس وقت ہوتا ہے جب راوی اپنی روایت کو حافظے سے بیان کرتا ہے۔

ضبط کتاب: یہ ضبط اس وقت ہوتا ہے جب راوی اپنی روایت کو کتاب سے بیان کرتا ہے۔

ضبط کی شرط یہ ہے کہ راوی اپنی روایت کو غلطیوں سے پاک ہو کر بیان کرے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حافظے میں مضبوط ہو، غلطیاں نہ کرتا ہو اور احادیث کی اصل روایت کو صحیح طور پر جانتا ہو۔

ضبط صدر کی تعریف:

ضبط صدر کا مطلب یہ ہے کہ راوی اپنے استادوں سے جو کچھ سنتا ہے اسے اپنے حافظے میں محفوظ کرے اور چاہے جب بھی اسے یاد کر سکے، اس میں اضافہ یا کمی نہ ہو۔ اگر راوی اپنے استادوں سے سنی ہوئی روایت کو لفظوں کے ساتھ بیان کرتا ہے تو یہ شرط لازمی ہے۔ لیکن اگر وہ روایت کو معنی کے ساتھ بیان کرتا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کا ماہر ہو، الفاظ کے معانی کو سمجھتا ہو، اور مترادفات کے درمیان فرق کو جانتا ہو۔ کیونکہ احادیث کے احکام ان کے الفاظ سے لیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ، اسے اسلامی شریعت کے مقاصد اور مقاصد سے بھی واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر سکے۔

ضبط کتاب کی تعریف:

ضبط کتاب کا مطلب یہ ہے کہ راوی اپنے استادوں سے سنی ہوئی روایت کو اپنی کتاب میں لکھ کر محفوظ کرے اور اس کتاب کو محفوظ جگہ پر رکھے تاکہ اس میں کسی بھی طرح کی تبدیلی، تحریف، اضافہ یا کمی نہ ہو سکے۔ وہ اس کتاب سے جب چاہے روایت کر سکے۔ اس شرط کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کو کسی کو بھی قرض نہ دے۔ اگر وہ کتاب کسی کو قرض دے تو اس کے بعد اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ قرض لینے والا اس میں تبدیلی کر دے۔ یہ کتابوں کے معاملے میں مختلف ہے جو مشہور ہیں، جیسے صحیح بخاری، اور جن کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

ضبط کی تعیین دو طریقوں سے ہوتی ہے:

پہلا طریقہ:

الف: ثقہ اور متقن راویوں کی روایت کے ساتھ موازنہ کرنا۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پھر اگر اس راوی کی روایت، ثقہ راویوں کی روایت سے ہمیشہ مطابقت رکھتی ہے، چاہے صرف معنی کے لحاظ سے بھی ہو، اور اختلافات نایاب ہوں تو یہ راوی تام الضبط ہے۔ اور اس کی روایت صحیح لذاتہ ہے۔

ب: اگر اس راوی کی روایت، ثقہ راویوں کی روایت سے اکثر مطابقت رکھتی ہے، اور اختلافات کم ہوتے ہیں تو یہ راوی خفیف الضبط ہے۔ اور اس کی روایت حسن لذاتہ ہے۔

ج: اگر اس راوی کی روایت، ثقہ راویوں کی روایت سے اختلاف کرتی ہے، چاہے صرف معنی کے لحاظ سے بھی ہو، اور اختلافات زیادہ ہوتے ہیں تو یہ راوی سوء الحفظ ہے۔ اور اس کی روایت ضعیف ہے۔ اگر اس روایت کے متابع مل جائیں تو حسن لغیرہ ہو گی۔

دوسرا طریقہ:

امتحان لینا، جیسا کہ بغداد کے لوگوں نے امام بخاری کے ساتھ کیا جب انہوں نے ان کے لیے سو احادیث کے متون اور اسانید پلٹ دیئے، پھر جب بخاری نے ہر مستن کو اس کی اسناد میں واپس کیا تو انہوں نے ان کی حفظ کی تصدیق کی اور انہیں فضل کی اجازت دی۔

فائده:

اگر آپ کے پاس کوئی راوی ہو اور آپ جاننا چاہیں کہ وہ ثقہ ہے یا نہیں، تو اسے درج ذیل طریقوں سے تلاش کریں:

- اگر کسی امام نے اسے ثقہ قرار دیا ہو۔
- اگر اس کا نام ان کتابوں میں ذکر ہو جو صرف ثقات کے لیے ترجمہ کی جاتی ہیں، جیسے کہ ابن حبان، العجلی، یا ابن شعمین کی کتابیں۔
- اگر اس کی حدیث کسی ایسے امام نے روایت کی ہو جس نے شرط رکھی ہو کہ وہ صرف ثقات کی حدیث روایت کرے گا۔ اس لیے ابن حجر اپنے صحیح کے رجال میں سے جن لوگوں پر طعن کیا گیا تھا ان کی دفاع میں کہتے تھے: "ہر منصف کو یہ جاننا چاہیے کہ صحیح کے مؤلف کی کسی راوی کی

روایت کرنا اس کی عدالت، ضبط کی صحت، اور غفلت کے عدم کی دلیل ہے۔ اور شیخ ابوالحسن المقدسی صحیح میں جن سے روایت کی جاتی ہے ان کے بارے میں کہتے تھے: "وہ القنطرۃ سے گزر چکا ہے" یعنی ان کی باتوں کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے۔

مجروح اور معدل کی شرائط:

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ علم الجرح والتعدیل علم بقواعد جرح الرواۃ وتعدیلھم ہے۔

مجروح کی شرائط:

علم جرح والتعدیل میں واقف ہو۔ جرح کے لیے ضروری الفاظ استعمال کرے۔ جرح کے مراتب کو جانتا ہو۔ جرح کی بنیاد حقائق پر ہو۔

معدل کی شرائط:

علم جرح والتعدیل میں واقف ہو۔ تعدیل کے لیے ضروری الفاظ استعمال کرے۔ تعدیل کے مراتب کو جانتا ہو۔ تعدیل کی بنیاد حقائق پر ہو۔

مجروح اور معدل کے لیے مشترکہ شرائط:

1. علم وفضل کا حامل ہو۔
2. تقویٰ، ورع، اور صدق کا مالک ہو۔
3. تعصب سے دور ہو۔
4. خود مجروح نہ ہو۔
5. متشدد اور مخالفانہ رویہ نہ رکھتا ہو۔ جیسے ابی حاتمؒ، نسائیؒ، ابن معینؒ، ابن حبانؒ وغیرہ